امراضِ متعدیہ سے فسخ نکاح کی شرائط

سید باچا آغا*
محمد عبدالعلی اچکزئی**

اہل ایمان اور اہل تقویٰ کیلئے اس سلسلے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ شریعت اسلامی، زندگی کی حرارت سے بھرپور اسلامی قوانین اور اسلام کے روشن پاکیزہ احکام قیامت تک کے لئے زندہ وجاوید ہیں۔ اس لئے کہ یہ شریعت، آخری شریعت اور پیغمبر اسلام، آخری نبی ورسول ہیں۔ یہ وہ نظام قانون ہے جو دنیا و آخرت کے تمام احکام کو شامل و حاوی اور عالمی شان کی حامل ہے اور تمام مسائل زندگی کے احاطہ کی صلاحیت اس فقہ کا امتیازی وصف ہے۔ اس کے پاس فقہ و قانون کا جو وافر ذخیرہ موجود ہے وہ قانونی دقیقہ سنجی اور ژرف نگاہی، مصالح کی رعایت اور انسانی فطرت سے ہم آہنگی کا ایک بھرپور شاہکار ہے اور دُنیا کے کسی جدید سے جدید تر قانون کو بھی اس کے مقابلے میں پیش کرنا نہ صرف مشکل بلکہ سعی لایعنی کے زمرے میں آتا ہے۔

فقہاء اسلام نے اپنی بالغ نظری اور بلند نگاہی سے انسانی زندگی کے جزئیات کا اس قدر احاطہ کیا ہے کہ بجا طور پر آج کی اس نئی دُنیا میں بھی ایسے کم ہی مسائل ملیں گے جس کے لئے فقہ کے اس قدیم ذخیرہ میں کوئی نظیر موجود نہ ہو بالخصوص فقہاء احناف کے یہاں ''فقہ تقدیری'' (یعنی ایسے واقعات پر رائے کا اظہار کرنا جو وجود میں تو نہ آئے ہیں لیکن مستقبل میں ان کا پیش آنا ممکن ہو) کا حصہ بہت زیادہ ہے۔ لہٰذا دائمی، متعدی اور مہلک امراض کے نشاندہی، نقصانات، بچاؤ اور انتہائی مرحلے میں تنسیخ نکاح کے متعلق شریعت اسلامی میں واضح احکامات موجود ہیں اور بعض وہ امراض جو دور حاضر کے تشخیص کردہ ہیں ان کے متعلق فقہ تقدیری کے تحت روشن احکامات ملتے ہیں۔

ہمارے عہد میں بہت سے امراض کا دائمی، متعدی و مہلک ہونا نظر و خیال سے بڑھ کر مشاہدہ بن چکا ہے۔ مثلاً ایڈز کا خوف پوری دُنیا پر مسلط ہے، یہ مرض جسم انسانی کے دفاعی نظام کو تباہ کر دیتا ہے۔ اس کے بعد انسان بڑی تیزی کے ساتھ مختلف موذی اور مہلک امراض میں گرفتار ہو کر دم توڑ دیتا ہے، اس مرض کا سب سے خطرناک پہلو یہ ہے کہ یہ مرض بڑی تیزی کے ساتھ پھیلتا ہے۔ اگر کسی جگہ ایڈز کا مرض کسی کو لاحق ہو گیا تو ضروری احتیاطیں ملحوظ نہ

* اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ ڈگری کالج، سریاب روڈ، کوئٹہ، پاکستان
** ڈین فیکلٹی آف آرٹس اینڈ ہومینیٹیز، بلوچستان یونیورسٹی، کوئٹہ، پاکستان

رکھنے پر بہت کم وقت میں بے شمار افراد کو یہ مرض لاحق ہو جاتا ہے۔ یوں تو مرض اور بیماری زندگی کا ساتھی ہے، لیکن بعض امراض ایسے ہوتے ہیں جو اپنے تکلیف دہ اور متعدی اثرات کی وجہ سے لوگوں کیلئے قابل نفرت ہو جاتے ہیں، دوسرے ان کی وجہ سے طبعاً ایسی کراہت پیدا ہو جاتی ہے کہ زوجین میں سے کوئی جنسی لذت بھی نہ اٹھا سکیں گے۔ لہٰذا اس قسم کے امراض کے نشاندہی کے بعد انتہائی لاچاری کی صورت میں فقہ اسلامی سے ''حق تنسیخ نکاح'' کے شرائط کے متعلق فقہاء کے آراء کی روشنی میں تفصیلاً بحث کرنا میرے زیر نظر تحقیقی مقالے کا موضوع ہے۔

امراض وعیوب:

وہ امراض وعیوب جو علی اختلاف الاقوال فسخ نکاح کے سبب بنتے ہیں بنیادی طور پر دو طرح کے ہیں۔ ایک وہ امراض وعیوب جو جنسی اعتبار سے ایک کو دوسرے کے لئے نا قابل انتفاع بنا دیں۔ دوسرے وہ امراض وعیوب جو قابل نفرت ہوں اور ان کے متعدی ہونے کا اندیشہ ہو۔ لہذا ہر ایک کی تفصیل وشرائط برائے فسخ نکاح حسب ذیل ہیں۔

مہلک ومتعدی امراض:

شوہر اگر ایسے امراض میں مبتلا ہو جو شدید ہوں، طبیعت کو ان سے نفرت ہوتی ہوں، نقصان اور ضرر کا اندیشہ ہو یا ساتھ رہنے میں خود اس کے مریض یا عیب دار ہو جانے کا خدشہ اور خطرہ ہو، تو عورت قاضی شرع کے ذریعے فسخ نکاح کا مطالبہ کر سکتی ہے۔ اس قسم کے متعدی ومہلک امراض کے فہرست میں فقہاء نے تین امراض رکھے ہیں جن میں جنون، جذام (کوڑھ) اور برص شامل ہے۔ جبکہ دور حاضر کے ایڈز وغیرہ بھی انہی امراض کے فہرست میں شامل کئے جا سکتے ہیں۔ گو کہ فقہاء نے انہی تین امراض کا ذکر کیا ہے مگر دراصل اس میں تمام ہی موذی، نفرت انگیز، متعدی اور ایسے امراض شامل ہیں جن کا عموماً علاج نہیں ہو پاتا۔

جنون:

اگر شوہر مجنون ہو، عورت کو نکاح سے پہلے مرد کی جنون میں مبتلا ہونے کی اطلاع نہ ہو، نکاح کے بعد اس سے واقف ہونے پر اپنے عمل سے مثلاً مباشرت کا موقع دے کر یا زبان سے رضامندی کا اظہار نہ کیا ہو، تو عورت کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہے۔ اب قاضی دیکھے گا کہ مرد کو کس قسم کا جنون لاحق ہے، جنون مطبق یا جنون غیر مطبق۔

جنون مطبق:

اگر مرد مستقل طور پر پاگل ہو تو قاضی فی الفور نکاح توڑ دے گا۔ کبھی انسان پاگل پن سے صحت مند بھی ہو جاتا ہے، لیکن امام ابی بکر السرخسیؒ جنون کو لازمی وابدی ہی مانتے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ:

الجنون اذا وجد مرةً فهو لازم ابداً ولهذا كان عيباً لازماً اذا وجد فى حالة الصغر

اوالکبر۔(۱)

جنون اگرایک مرتبہ پایا جائے تو وہ ہمیشہ لازمی ہے۔اسی لئے اگر یہ بچپن یابڑھاپن میں پایا گیاتو یہ لازمی عیب ہے۔

مطلب یہ کہ جنون ایک لازمی مرض یا عیب ہے۔چاہے بچپن میں جنون لگے یا بڑھاپن میں، ایک مرتبہ جنون لگ جانے سے ہمیشہ کے لئے ساتھ رہتا ہے۔

جنون غیرمطبق:

اگرمرد کو وقفہ وقفہ سے جنون کا دورہ پڑتا ہوتو اسے علاج کے لئے ایک سال کی مہلت دی جائے گی۔اگر پھر بھی صحت یاب نہ ہوا اورعورت دوبارہ عدالت میں فسخ نکاح کے لئے حاضر ہوئی تو قاضی نکاح فسخ کرائے گا۔جیسے کہ عالمگیری میں درج ہے کہ:

ان کان الجنون حادثاً یؤجله سنةً کالعنة ثم یخیر المرأة بعد الحول اذا لم یبرأ۔ وان کان مطبقاًفھو کالجب وبه نأخذ۔(۲)

اگرجنون نیاپیدا ہوگیا ہوتو مثل عنین ہونے کی صورت میں قاضی شوہر کوایک سال کی مہلت دے گا پھر اگر وہ سال کے اندر صحت یاب ہوگیا اور سال پورا ہوگیا تو عورت کو اختیار دے گا۔اور اگر جنون مطبق ہوتو وہ مثل مجبوب ہونے کے ہے،اورہم اسی کواختیار کرتے ہیں۔

اس سلسلے میں مولانا مجاہدالاسلام قاسمیؒ اپنی کتاب اسلام کے عائلی قوانین میں لکھتے ہیں کہ:''شوہر کے جس جنون سے بیوی کے جسم وجان کوخطرہ لاحق ہوسکتا ہے وہ جنون موجب تفریق ہے۔لیکن شوہر کو قاضی علاج کے لئے ایک سال کی مہلت دے گا،اس کے بعد بھی اگر افاقہ نہ ہوا اور بیوی علیحدگی چاہےتو قاضی تفریق کردے گا''۔(۳)

اس کے علاوہ جتنے بھی متعدی ومہلک امراض ہیں ان کی شرائط تقریبا ایک جیسی ہیں ،مثلاً:خودعورت اس مرض میں مبتلا نہ ہو۔نکاح سے پہلے عورت اس مرد کے امراض وعیوب سے باخبر نہ ہو۔نکاح کے بعداس سے مطلع ہوجانے کے باوجودعورت نے اپنی رضامندی کا صریح اظہار نہ کر دیا ہو یا یہ کہ نکاح کے بعد یہ امراض پیدا ہوئے ہوں ۔اس سلسلے میں مولانا مجاہدالاسلام قاسمیؒ اپنی کتاب اسلام کے عائلی قوانین میں لکھتے ہیں کہ:''اگر شوہر نکاح سے پہلے ان امراض میں مبتلا تھا اورعورت کوبھی پہلے سے اس کا علم تھا،اس کے باوجودعورت نے نکاح کیا تو اب اسے مطالبہ تفریق کا حق حاصل نہ ہوگا''۔(۴)

علماء مالکیہ کے علامہ دردیر مالکیؒ لکھتے ہیں کہ:

اذا لم يسبق علم بالعيب قبل العقد فان علم بالعيب قبل العقد فلا خيار له ولم يرض بالعيب حال اطلاعه عليه۔واما ماحدث منها بعد العقد فان كان بالزوجة فلا رد للزوج به وهو مصيبة نزلت به وان كان بالزوج فلها رده ببرص وجذام وجنون لشدة الايلام وعدم الصبر عليها۔(۵)

جب کہ عقد سے پہلے عیب کا علم نہ ہو اگر پہلے سے معلوم ہو تو اب مرد کو خیار حاصل نہ ہوگا اور نہ عیب پر مطلع ہونے کے بعد راضی رہا ہو۔اور وہ عیب جو نکاح کے بعد پیدا ہوا ہے تو اگر بیوی کو ہے تو شوہر کو نکاح رد کرنے کا حق نہیں اس لئے کہ من جانب اللہ ایک آزمائش ہے اور اگر شوہر کو ہو تو بیوی برص، جذام اور جنون کی وجہ سے رد کر سکتی ہے، چونکہ اس میں سخت ایذا ہے اور صبر نہیں کیا جا سکتا۔

لہٰذا ہم ایڈز اور اس جیسے دیگر مہلک ومتعدی امراض کے موجب فسخ نکاح کرنے کے لئے مذکورہ شرائط مقرر کر سکتے ہیں جو حسب ذیل ہیں:

1:۔خود عورت اس مرض میں مبتلا نہ ہو۔

2:۔نکاح سے پہلے وہ اس سے باخبر نہ ہو۔

3:۔نکاح کے بعد اس سے مطلع ہوجانے کے باوجود اس نے اپنی رضامندی کا صریح اظہار نہ کر دیا ہو۔

4:۔نکاح کے بعد یہ امراض پیدا ہوئے ہوں۔

جنسی امراض:

مرد کی جنسی کمزری کی وجہ سے عورت کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہو جاتا ہے وہ دو ہیں، جب (یعنی مرد کا عضو تناسل ہی نہ ہو یا بعد میں کسی وجہ سے کٹ گیا ہو یا کاٹ دیا گیا ہو) اور عنۃ یعنی عضو تناسل تو ہو مگر اس میں ایستادگی (ERECTION) اور قوت نہ ہو کہ مباشرت کر سکے جس کو نامردی (SPADO) کہا جاتا ہے۔

مجبوب:

اگر مرد مجبوب ہو تو قاضی شرع دیکھے گا کہ کیا عورت بالغہ ہے، خود ایسے امراض سے پاک ہے جو مباشرت کے لئے مانع اور رکاوٹ ہوں؟ اگر ایسا ہو نیز نکاح سے پہلے وہ اس صورتحال سے بے خبر رہی ہو اور نکاح کے بعد بھی اس نے کبھی اس کے ساتھ نباہ کرنے پر آمادگی اور اپنی رضامندی کا صریح اظہار نہ کر دیا ہو تو قاضی بلا مہلت نکاح توڑ دے گا در مختار میں درج ہے کہ:

فرق الحاكم بطلبها لوحرة بالغة غير رتقاء وقرناء وغير عالمة بحاله قبل النكاح وغير

راضیة به بعده بینهما فی الحال۔(۶)

اگرعورت آزاداور بالغہ ہو،رتق (یعنی اندام نہانی پر گوشت کا ایسا ٹکڑا ہونا کہ جس کی وجہ سے جماع نہ کیا جاسکے)اور قرن (ایک بیماری جس میں عورت کی شرمگاہ میں ہڈی نکل آتی ہے اور اس سے جماع دشوار ہو جاتی ہے) کی بیماری اسے لاحق نہ ہو،نکاح سے پہلے مرد کی اس حالت سے بے خبر رہی ہو اور نکاح کے بعد بھی اس مرد کے ساتھ نباہ کرنے پر رضامندی کا اظہار نہ کیا ہو،تو قاضی فی الحال یعنی بلامہلت ان کی آپس میں تفریق کرے گا۔

چونکہ یہ جب یعنی عضوتناسل کا کٹا ہوا ہونا ایک لاعلاج مرض ہے اس لئے علاج ومعالجہ کے لئے بھی کوئی موقع نہیں دیا جاتا۔جیسا کہ عالمگیری میں درج ہے کہ:

لو وجدت المرأة زوجها مجبوباًخیرها القاضی الحال ولایؤجل۔(۷)

اگرعورت نے اپنے شوہر کو مجبوب پایا تو قاضی فی الحال ان کے درمیان تفریق کرے گا اور مرد یعنی شوہر کو کوئی موقع نہیں دیا جائے گا۔

اسی طرح البنایہ میں درج ہے کہ:

وان کان مجبوباً فر ق بینهما فی الحال ان طلبت المرأة ،لانه لا فائدة فی التاجیل لانه لایرجی منه الوصول۔(۸)

اگر شوہر مجبوب ہواورعورت مطالبہ کرے تو فی الحال ان کے درمیان تفریق کیا جائے گا۔کیونکہ مہلت کا کوئی فائدہ نہیں ،کیونکہ اس مرد سے عورت تک پہنچنے کا امید نہیں۔

اسی طرح فتاوی ولوجیہ میں درج ہے کہ:

ولمجبوب لا یؤجل لأنه لایقدر ،لأنّ الالة بعد القطع لاتنبت۔(۹)

اور مجبوب کو مہلت نہیں دی جائے گی کیونکہ وہ قدرت نہیں رکھتا،کیونکہ عضوتناسل کٹنے کے بعد نہیں (اگتا) بنتا۔

ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی لکھتے ہیں کہ:

واذا تبیّن أنّ الزوج مجبوب ،فرق القاضی بین الزوجین فی الحال ولم یؤجله،لعدم الفائدة فی التأجیل۔(۱۰)

جب یہ بات ظاہر ہوگئی کہ شوہر مجبوب ہے تو قاضی فوراً تفریق کر دے اور مہلت نہ دے کیونکہ مہلت دینے میں کوئی فائدہ نہیں۔

شیخ الاسلام سغدی النتف فی الفتاوی میں لکھتے ہیں کہ:

فی المجبوب لا یؤجل وتخیرالمرأة من ساعة رافعته الی الحاکم فاذا اختارت نفسها فرق القاضی بینهما۔(۱۱)

مجبوب ہونے میں مہلت نہیں دی جائے گی۔عورت کو قاضی تک بات پہنچانے کے وقت سے ہی اختیار دیا جائے گا اگر اس نے اپنے لئے (فسخ) اختیار کی تو قاضی ان کے درمیان تفریق کرے گا۔

اس سلسلے میں مولانا مجاہدالاسلام قاسمیؒ اپنی کتاب اسلام کے عائلی قوانین میں لکھتے ہیں کہ:''وطی پر قادر نہ ہونے کی متعدد صورتیں ہوسکتی ہیں مثلاً شوہر مقطوع الذکر ہے یا آلہ تناسل اتنا چھوٹا ہے کہ اس کے باعث وہ صحبت پر قادر نہیں ہے یا آلہ تناسل موجود ہے لیکن کسی مرض کے باعث عورت سے جماع پر قادر نہیں ہے،تو ان تمام صورتوں میں عورت کو قاضی کے ذریعے نکاح فسخ کرانے کا اختیار ہوگا۔پہلی اور دوسری صورت میں قاضی فوراً نکاح ختم کردے گا اور تیسری صورت میں ایک قمری سال تک علاج کی مہلت دے گا ،علاج کے بعد بھی جماع پر قادر نہ ہوسکا تو عورت کے مطالبہ پر فوراً قاضی نکاح فسخ کردے گا''۔(۱۲)

عورت جب اپنے مجبوب شوہر کے خلاف قاضی کے عدالت میں فسخ نکاح کے لئے درخواست دے تو قاضی اس عورت کے شوہر کو عدالت میں طلب کر کے اس سے حقیقت حال پوچھے گا۔اگر مرد اپنے مجبوب ہونے کا اقرار کرلے تب تو ٹھیک ہے ورنہ قاضی اپنے کسی قابل اعتماد آدمی کو حکم بھی دے سکتا ہے کہ وہ اس کے قابل ستر حصہ کو دیکھ کر صحیح صورتحال سے مطلع کرے،جیسے کہ عالمگیری میں درج ہے کہ:

فقال الزوج ما أنا بمجبوبٍ وقد وصلت الیها فالقاضی یریه رجلاًفان علم بالمس والجس من وراء الثوب من غیر کشف عورته لایکشف عورته ،وان لم یکن الا بالتکشف والنظر أمر غیره ان ینظر للضرورة۔(۱۳)

اگر مرد نے کہا کہ میں مجبوب نہیں ہوں اور حال یہ ہے کہ میں اس تک پہنچا ہوں تو قاضی اس مرد کو کسی اور مرد کو دکھائے گا ،پس اگر چھونے اور ٹٹولنے سے کپڑے کے باہر سے معلوم کرسکے، بدون بے پردہ کرنے کے،تو اس کو بے پردہ نہ کرے گا۔اور اگر بدون کشف ستر کئے ہوئے اور نظر ڈالے ہوئے معلوم نہ کرسکے تو کسی غیر کو حکم دے گا کہ اس کو دیکھے کیونکہ ضرورت ہے۔

اسی سے ملتے جلتے الفاظ فتاویٰ تاتارخانیہ میں درج ہیں ،مثلاً:

ولو قالت المرأة هو مجبوب والزوج ینکره فان کانت تعرف حقیقة حاله بالمس من غیر

نظر یمس وراء الثوب ولا تکشف عورته،وان کان لایعرفه الا بالنظر امر القاضی اميناً لينظر الى عورته فيخبر بحاله۔(۱۴)

اگر عورت نے کہا کہ میرا شوہر مجبوب ہے اور شوہر انکار کرے تو اگر اس کا حقیقت حال بغیر دیکھے کپڑے کے باہر سے چھونے سے معلوم ہوسکتا تھا تو اس کا کشف ستر نہیں کیا جائے گا ،اور اگر بغیر دیکھے معلوم نہیں ہوسکتا تھا تو قاضی کسی معتمد کو حکم دے گا کہ اس کے ستر کو دیکھے اور اس کے حالت سے آگاہ کرے۔

اسی طرح الفقہ علی المذاہب الاربعہ میں درج ہے کہ:

فان انکره الرجل فانه یمکن معرفته بالجس بان یجس موضعه والجس یتاتیٰ به العلم فی ذالك کالنظر،وهو وان کان غیر جائز کالنظر الا انه احق وارتکاب اخف الضررين للضرورة لازم مادامة النتيجة واحدة وبعضهم یریٰ جوازالنظرالیه للتحقق من دعواه لان المسئلة مفروضة فی الحکم بین الخصمين،فکل ما یوجب التثبت یکون أولی من غيره وهذ الرأی یناسب زماننا۔(۱۵)

اگر مرد اپنے اس مرض سے انکار کرے تو اسے ہاتھ سے دیکھا جا سکتا ہے بایں طور کہ ٹٹول کر اس جگہ کو دیکھا جائے اور ٹٹولنے سے بھی اس طرح معلوم ہو جاتا ہے جیسے دیکھنے سے اور ہاتھ سے چھونا اگر چہ دیکھنے کی طرح ناجائز ہے لیکن یہ اس سے کم برا ہے اور جب ناگزیر ہو جائے تو دو برائیوں میں سے کم برائی کو اختیار کرنا لازم ہے جبکہ نتیجہ دونوں کا یکساں ہو۔بعض اصحاب نے خاوند کے دعوے کی تصدیق کے لئے دیکھنا جائز قرار دیا ہے کیونکہ دونوں فریق کے درمیان فیصلہ کرنا فرض ہے لہٰذا جس طریقے سے بھی ثبوت مل سکے وہ دوسرے طریقے سے بہتر ہے،عہد حاضر میں بھی یہی رائے مناسب ہے۔

اگر کسی شخص کا عضو تناسل خلقتاً تو ہو لیکن بعد میں کسی وجہ سے کٹ گئے ہوں یا مرد نے خود کاٹ دیے ہوں تو اس کے شرائط کے متعلق مفتی رشید احمدؒ فرماتے ہیں کہ:''اگر نکاح سے قبل ہی شوہر نے آلہ تناسل قطع کیا ہو تو یہ شرط ہے کہ بوقت نکاح عورت کو اس قطع کا علم نہ ہو ورنہ بعد میں اسے کوئی اختیار نہ ہوگا۔اگر نکاح کے بعد قطع کیا ہو تو یہ شرط ہے کہ شوہر نے ایک بار بھی وطی نہ کی ہو اگر قطع سے قبل ایک بار بھی ہمبستری ہو گئی ہو تو بیوی کو اختیار نہ رہے گا۔جب سے عورت کو قطع کا علم ہوا اس وقت سے لے کر عورت نے کبھی بھی اس شوہر کے پاس رہنے پر رضامندی کی صراحت نہ کی ہو یعنی زبان سے صراحتاً کبھی یوں نہ کہا ہو کہ میں بہر حال اسی شوہر کے پاس ہی رہوں گی ،اگر زبان سے کوئی ایسی تصریح کردی تو بعد میں اختیار نہ ہوگا۔حاکم نے جب عورت کو اختیار دے دیا تو اسی مجلس میں عورت طلاق کو اختیار کر

لے اگر عورت کے طلاق اختیار کرنے سے قبل حاکم اٹھ گیا، یا خود عورت اٹھ گئی، یا کسی اور کام میں یا کسی دوسری گفتگو میں مشغول ہوگئی تو اسے اختیار نہ رہے گا۔فسخ نکاح یا عورت کو اختیار دینا وغیرہ امور جن کی تفصیل اوپر گزری یہ سب امور حکم حاکم کے محتاج ہیں، بدون حکم حاکم کچھ بھی نہ ہو سکے گا۔جس شخص کا آلہ تناسل خلقتاً اتنا چھوٹا ہو کہ مثل نہ ہونے کے ہو وہ بھی بحکم مجبوب ہے۔البتہ خصی مجبوب کے حکم میں نہیں اگر اسے انتشار نہ ہوتا ہو تو بحکم عنین ہوگا''۔(۱۶)

عنین:

اگر مرد عنین یعنی نامرد ہو تو عورت کو شوہر کے نامردی کی بناء پر تین شرطوں کے ساتھ فسخ نکاح کا دعویٰ کرنے کا حق حاصل ہے۔

1:۔ یہ کہ عورت کو شادی سے پہلے اس شخص کی نامردی کی اطلاع نہ رہی ہو۔

2:۔ نکاح کے بعد مرد کی جنسی ناکارہ ہونے سے واقف ہونے کے بعد عورت نے رضامندی کا اظہار نہ کیا ہو۔

3:۔ نکاح کے بعد اس نے ایک دفعہ بھی بیوی سے مباشرت نہ کی ہو۔

4:۔ سال کی مدت (برائے علاج) گزرنے کے بعد جب قاضی عورت کو اختیار دے، تو عورت اسی مجلس میں فسخ اختیار کرے۔

5:۔ فسخ کے لئے مہلت اور پر اختیار فسخ یہ تمام امور قضائے قاضی کے مطابق ہوں۔

انہی شرائط کو مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ نے یوں بیان کئے ہیں:''پہلی شرط یہ ہے کہ نکاح سے پیشتر عورت کو اس شخص کے عنین ہونے کا علم نہ ہو۔دوسری شرط یہ ہے کہ نکاح کے بعد ایک مرتبہ بھی اس عورت سے جماع نہ کیا ہو۔تیسری شرط یہ ہے کہ جب سے عورت کو شوہر کے عنین ہونے کی خبر ہوئی ہے، اس وقت سے عورت نے اس کے ساتھ رہنے پر رضا کی تصریح نہ کی ہو۔چوتھی شرط یہ ہے کہ جس وقت سال بھر کی مدت گزرنے کے بعد قاضی عورت کو اختیار دے، تو عورت اسی مجلس میں تفریق کو اختیار کرے۔پانچویں شرط یہ ہے کہ یہ مہلت وغیرہ دینا یہ تمام امور قضائے قاضی کے محتاج ہیں، بدون قاضی کے از خود عورت کو تفریق کا اختیار نہیں''۔(۱۷)

انہی شرائط کے متعلق شیخ الاسلام سغدی النتف فی الفتاوی میں لکھتے ہیں کہ:

> فاذا تزوجة المرأة رجلاً فوجدته عنيناًفانه على ثلاثة اوجه:أحدها ان علمت به عند النكاح فلا خيار لها بعد ذالك۔ والثانى ان علمت به بعد ما نكحته ثم رضيت به فلا خيار لها بعد ذالك۔والثالث ان علمت به بعد النكاح ولم ترض به رافعته الى الحاكم يؤجله سنة واحدةحتىٰ تمضى عليه الطبائع الاربع(اى السنة بفصولها الاربع)۔(۱۸)

اگر کسی عورت نے کسی مرد کے ساتھ نکاح کیا اور اسے عنین پایا تو یہ تین طرح کے ہے: پہلا یہ کہ اگر اسے نکاح کے وقت معلوم ہو تو اسے اختیار نہیں۔ دوسرا یہ کہ اگر نکاح کے بعد اسے معلوم ہوا اور عورت اسی پر راضی رہی تو اسے اختیار نہیں۔ تیسرا یہ کہ اگر نکاح کے بعد اسے معلوم ہوا اور عورت راضی نہ رہی اور معاملہ حاکم کے پاس لے گئی، تو حاکم مرد کو ایک سال کی مہلت دے گا یہاں تک کہ چار موسم گزرے (یعنی سال کے چار موسم)۔

اس طرح جو عورت نکاح سے پہلے ہی سے واقف رہی ہو یا نکاح کے بعد ایک دفعہ بھی شوہر سے تمتع کر چکی ہو، تو اس عورت کو اب یہ حق حاصل نہیں کہ قاضی کے پاس شوہر کے نامرد ہونے کا استغاثہ درد لے جائے۔

اس میں تیسری شرط امام ابوحنیفہؒ کے یہاں ہے، اور اس اصول کی بناء پر ہے کہ بیوی کا قانونی حق پوری ازدواجی زندگی میں صرف ایک دفعہ مرد سے لذت اندوز ہونا ہے۔ اس بناء پر ایک دفعہ تمتع کے بعد اگر شوہر عنین ہو جائے یا مقطوع الذکر ہو جائے تو بیوی کو علیحدگی کے دعویٰ کا کوئی حق نہیں۔ جیسا کہ ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی نے لکھا ہے کہ:

قال الحنفية اذا جنّ الرجل او اصبح عنيناًبعد الزواج وكان قد دخل بالمرأة، ولو مرةً واحدةً،لايحق لها طلب الفسخ لسقوط حقها بالمرة الواحدة قضاء ، وما زاد عليه فهو مستحق ديانةً لاقضاءً۔ (۱۹)

احناف کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص شادی کے بعد مجنون یا نامرد ہوا درآنحالیکہ اپنی بیوی سے ہمبستری کی تھی، خواہ ایک بار ہی کیوں نہ ہو، تو اسے فسخ کا حق حاصل نہیں۔ کیونکہ قانوناً ایک بار کی ہمبستری سے بیوی کا حق ساقط ہو گیا۔ اور ایک بار سے زیادہ کی ہمبستری کا وہ دیانۃً مستحق ہے نہ کہ قضاء۔

دوسرے فقہاء اس مسئلے میں احناف سے اختلاف رکھتے ہیں اور خود ہمارے زمانے کے علماء بھی اس بارے میں حنفیہ کے مسلک پر عمل کو دشوار سمجھتے ہیں۔ اس لئے اس شرط کا تو اعتبار نہ ہوگا، اور ایک دفعہ ہمبستری کے بعد اگر وہ نامرد ہو جائے اور عورت اپنی عصمت وعفت کی حفاظت کے لئے فسخ نکاح کا مطالبہ کرے تو اس کا دعویٰ قابل قبول ہوگا۔ البتہ پہلی دو شرطیں احناف کے علاوہ مالکیہ کے یہاں بھی ہیں۔ ہاں مالکیہ کے یہاں اگر اس کی نامردی اس نوعیت کی تھی کہ عضو میں تناؤ پیدا نہیں ہوتا تھا اور اس کا علم اس کو نکاح سے پہلے ہو چکا تھا یا نکاح کے بعد اس حالت سے واقف ہونے کے باوجود ایک عرصہ تک وہ مرد کو اپنے نفس پر قدرت دیتی رہی تو بھی اسے فسخ نکاح کا حق حاصل ہوگا۔ مگر ہمارے زمانے میں یہ دو شرطیں بھی قابل غور ہیں، نکاح کا اصل اور بنیادی مقصد ہی ایک دوسرے کی جنسی تسکین ہے۔ اگر عورت نکاح سے پہلے ہی نامرد کے ساتھ رہنے پر آمادگی کا اظہار کر دے اور یہ اقرار اس کے باجود ہو کہ اس کے اندر جماع کے فطری صلاحیت اور خواہش بھی موجود ہو، ایسا نہیں ہے کہ کسی مرض یا درازی عمر کی وجہ سے

وہ اس قابل باقی نہ رہی ہو،تو اس کے رضامندی کے باوجود بھی نکاح کے بعد اس کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہونا چاہیئے۔یہ ایک حدتک ایسی بات ہے کہ عورت نکاح سے پہلے ہی اپنا مہر معاف کردے یا مرد اسی شرط پر نکاح کرے کہ عورت کا کچھ مہر ہی نہ ہوگا تو اس معافی اور شرط کا کچھ اعتبار نہ ہوگا اور نکاح کے بعد بہر حال اس کا مہر واجب ہوکررہے گا۔ جب مہر جوایک مالی حق ہے وہ اس طرح ختم نہیں ہو جاتا تو جنسی حق تو اس سے بڑھ کر ہے اور اس سے محروم کر دینا اس سے کہیں زیادہ ضرر اور فتنے کا باعث ہے۔اس طرح نکاح کے بعد نامردی کا علم ہو جانے کے بعد بھی رضامندی کے اظہار سے یہ حق ختم نہیں ہونا چاہئے اور عورت کا یہ حق محفوظ رہنا چاہیئے کہ وہ جب بھی اپنی عصمت وعفت کی حفاظت وداعیہ جنسی کی شدت کے پیش نظر نکاح فسخ کرانا چاہےتو کرالے۔(۲۰)

عنین کے شرائط کے متعلق مفتی رشید احمدؒ فرماتے ہیں کہ:''نکاح سے قبل عورت کوشوہر کے عنین ہونے کا علم نہ ہو۔نکاح کے بعد ایک مرتبہ بھی ہمبستری پرقدرت نہ ہوئی ہو۔جب سے عورت کوعنین ہونے کا علم ہوا عورت نے اس وقت سے لے کرایک مرتبہ بھی رضا کی تصریح نہ کی ہومثلاً یہ نہ کہا ہوکہ میں بہر حال اس کے ساتھ رہوں گی ، محض سکوت سے رضا نہ سمجھی جائے گی۔سال گزرنے کے بعد جب قاضی عورت کو اختیار دے تو عورت اسی مجلس میں تفریق کواختیار کرلے اگر قاضی اٹھ گیا، یا عورت اٹھ گئی ، یا اور کوئی بات کرنے لگی ، یا کسی اور کام میں مشغول ہوگئی تو اسے اختیار نہ رہے گا''۔(۲۱)

شیخ اسعد محمد سعید الصاغرجی ،الفقہ الحنفی وادلہ میں فرماتے ہیں کہ:

فاذا کان الزوج عنیناً وخاصمته المرأة فی ذالك،اجله القاضی سنة،فان وصل الیها فی خلال السنة ،والا فرق بینهماان طلبت المرأة ذالك ،لان لها حقاً فی لوطء،فلها المطالبة به۔(۲۲)

اگرکوئی شوہرعنین (نامرد)ہواور اس کی بیوی اس کے خلاف مرافعہ کرے،تو قاضی اس کو ایک سال کی مہلت دے گا اگر یہ شوہر سال کے دوران اس بیوی تک پہنچا تو ٹھیک ورنہ اگر بیوی نے (سال پورا ہونے پردوبارہ) مطالبہ کیا تو قاضی ان میں تفریق کردے گا۔کیونکہ بیوی کو وطی کا حق حاصل ہے،تو اس کے لئے اس میں مطالبہ کا حق حاصل ہے۔

زن عنین کے حکم کے سلسلے میں امام احمد رضاخان بریلوی فرماتے ہیں کہ:''مذہب حنفی میں زن عنین کے لئےحکم ہے کہ قاضی کے حضور مرافعہ کرے،قاضی بعد تحقیق اپنی طرف سے ایک سال کامل کی مہلت دے،جب سال گزرجائے اور مطلب حاصل نہ ہوتو عورت پھر مرافعہ کرے،قاضی بعد تحقیق شوہر کوطلاق دینے کی ہدایت فرمائے اگر ہ نہ مانے عورت سے پوچھے تو اپنے نفس کواختیار کرتی ہے یا شوہر کو؟اگر وہ فوراً اپنے نفس کو اختیار کرے تو قاضی ان

میں تفریق کردے،عورت عدت بیٹھے اور اب جس سے چاہے نکاح کرلے،تاجیل قاضی سے پہلے اگر بیس برس گزر گئے ہیں ان کا اصلاً لحاظ نہ ہوگا،آج سے ایک سال کامل لیا جائے گا''۔(۲۳)

جب عورت اپنے عنین شوہر کے خلاف قاضی کے عدالت میں فسخ نکاح کرانے کے لئے درخواست دے تو قاضی اس کے شوہر کو عدالت میں طلب کر کے اس سے حقیقت حال پوچھے گا۔اگر اس نے اپنے نامرد اور جماع پر قادر نہ ہونے کا اعتراف کرلیا تو علاج کے لئے ایک سال کی مہلت دے گا ،اور اگر اسے عورت کے دعویٰ سے انکار ہو تو طبی معائنہ اور شواہد وغیرہ سے اگر وہ مرد ثابت ہوگیا تو عورت کا دعویٰ مسترد کردیا جائے گا جیسے کہ عالمگیری میں درج ہے کہ:

اذا رفعت المرأة زوجها الی القاضی و ادعت انه عنین وطلبت الفرقة فان القاضی یسأله هل وصل الیها أولم یصل ،فان أقر انه لم یصل أجله سنة سواء کانت المرأة بکراً أم ثیباً، وان انکر وادعی الوصول الیها فان کانت المرأة ثیباًفالقول قوله مع یمینه أنه وصل الیها۔(۲۴)

اور اگر عورت اپنے شوہر کو قاضی کے پاس لے گئی اور اس پر دعویٰ کیا کہ یہ عنین ہے اور فرقت کی درخواست کی تو قاضی اس کے شوہر سے دریافت کرلے گا کہ اس عورت تک پہنچا ہے یا نہیں پس اگر اس نے اقرار کیا کہ میں نہیں پہنچا تو اس کو ایک سال کی مہلت دے گا خواہ عورت باکرہ ہو یا ثیبہ ہو۔اور اگر شوہر نے اس کے دعوے سے انکار کیا اور کہا کہ میں اس تک پہنچا ہوں پس اگر یہ عورت ثیبہ ہو تو قول مرد کا معتبر ہوگا مگر قسم کے ساتھ کہ میں اس عورت تک پہنچا ہوں۔

اور اگر نامرد ثابت ہوا تو اب قاضی اپنی صوابدید اور معاملہ کی نوعیت کو سامنے رکھتے ہوئے چاہے تو فی الفور تفریق کردے یا پھر ایک سال علاج کے لئے مہلت دے دے۔

عنین کے متعلق مصنف عبدالرزاق میں حضرت عمرؓ کا فیصلہ نقل کرتے ہوئے لکھا گیا ہے کہ:

انه قضیٰ فی العنین انه یؤجل سنة۔(۲۵)

حضرت عمرؓ نے عنین شخص کے متعلق فیصلہ دیا اور انہیں ایک سال کی مہلت دی۔

کاسانی، بدائع الصنائع میں حضرت عمرؓ کے روایت کے بعد لکھتے ہیں کہ:

فرق بینهما وعلیها العدة وروی عن ابن مسعودؓ مثله۔وروی عن علیؓ أن قال یؤجل سنة فان وصل الیها والا فرق بینهما ، وکان قضاؤهم بمحضر من الصحابةؓ ولم ینقل انه انکر

علیهم أحد منهم فیکون اجماعاً۔(۲۶)

اوران کے درمیان تفریق کیا جائے گا اور عورت پر عدت گزارنا ہے۔حضرت ابن مسعودؓ سے بھی اسی طرح روایت ہے۔اور حضرت علیؓ سے رویت ہے کہ اسے ایک سال کی مہلت دی جائے گی۔اگر عورت تک پہنچا تو ٹھیک ورنہ ان کے درمیان تفریق کیا جائے گا (کاسانی کہتے ہیں کہ) حضرت علیؓ کا قضاء صحابہؓ کی موجودگی میں تھا اور منقول نہیں کہ ان میں سے کسی نے بھی انکار کیا ہو،لہذا یہ اجماع ہے۔

ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی اس سلسلے میں لکھتے ہیں کہ:

أما العنین والخصی فیؤجله الحاکم سنة من تاریخ الخصومة،أی الدعویٰ والترافع عند الحنیفة والحنابلة،لأحتمال أن تثبت قدرته علی الجماع فی اثناء السنة۔(۲۷)

حنفیہ اور حنابلہ کے ہاں عنین اور خصی کو حاکم خصومت کے دن یعنی دعویٰ کے دن سے ایک سال تک مہلت دے، کیونکہ ممکن ہے دوران سال شوہر کو جماع پر قدرت ہو جائے۔

اسی طرح شیخ سعید بن علی سمرقندیؒ اپنے فتاوی فی الحیل والمخارج میں لکھتے ہیں کہ:

المرأة اذا وجدت زوجها عنیناً فرفعت ذالك الی الحاکم ،وطلبت الفرقة فان القاضی یؤجلها سنةً من یوم الخصومة ، ویعتبر سنة قمریة بالأهلة فی ظاهر الروایة ۔ وروی الحسن بن زیاد عن أبی حنیفه أنه قال: یعتبر سنة شمسیة ، وهی تزید علی القمریة بأیام۔(۲۸)

اگر کسی عورت نے اپنے شوہر کو عنین پایا اور اس کا دعوی قاضی کے پاس لے گئی اور علیحدگی طلب کی۔تو اب قاضی دعوی دائر کرنے کے دن سے اسے ایک سال کی مہلت دے گا۔ظاہر روایت کے مطابق مہلت دینے میں قمری سال معتبر ہے۔اور حسن بن زیاد نے ابوحنیفہؒ سے روایت کیا ہے کہ شمسی سال معتبر ہے، کیونکہ یہ قمری سال پر چند دن زیادہ ہے۔

زمانہ مہلت کے متعلق عالمگیری میں درج ہے کہ:

فی التأجیل تعتبر السنة القمریة فی ظاهر الروایة کذا فی التبیین وهو الصحیح کذا فی الهدایه، روی الحسن عن أبی حنیفةؒ انه تعتبر سنة شمسیة وهی تزید علی القمریة بأیّام وذهب السرخسی فی شرح الکافی الی روایة الحسن اخذاً بالاحتیاط(۲۹)

ظاہر روایت کے مطابق مہلت دینے میں قمری سال معتبر ہے،اسی طرح تبیین میں آیا ہے۔حسن بن زیاد نے ابوحنیفہؒ سے روایت کیا ہے کہ شمسی سال معتبر ہے، کیونکہ یہ قمری سال پر چند دن زیادہ ہے۔شمس الأئمہ السرخسیؒ نے شرح الکافی میں حسن بن زیاد کے قول کو احتیاطاً اختیار کیا ہے۔

عنین کو مہلت دینا یہ بھی قاضی کے دائرہ اختیار میں ہے، قاضی کے علاوہ کوئی اور مہلت نہیں دے سکتا اور نہ ہی وہ مہلت معتبر ہے۔ لہذا عنین کو سال کا مہلت دینے کے متعلق قاضی خان کا قول ہے کہ:

فان اجلته المرأة أو أجله غیر القاضی لایعتبر ذالك التأجیل۔(۳۰)

اگر اسے (عنین کو) عورت نے مہلت دی یا قاضی کے سوا کسی اور نے مہلت دی تو اس مہلت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

اسی طرح فتاوی الولوالجیہ میں درج ہے کہ:

ولایکون أجل العنین الا عند القاضی ، لأن هذا مقدمة أمر لایکون الّا عند القاضی وهو الفرقة(۳۱)

عنین کو مہلت دینا قاضی کے بغیر نہیں ہوتا، کیونکہ یہ ایسے امر کا مقدمہ ہے جو قاضی کے بغیر نہیں ہوتا اور وہ فرقت ہے۔

قضاء، قاضی کی شرط:

مذکورہ امراض میں دیگر شرائط پائے جانے کے بعد اگر عورت قاضی کے عدالت سے رجوع کرے گا تو قاضی نوعیت مرض کے موافق سال بھر کا مدت دے گا یا فی الفور نکاح فسخ کرائے گا۔ لہٰذا ان امور میں دیگر قیود میں سے یہ بھی ہے کہ یہ فسخ قاضی کے حکم کی محتاج ہے، جیسے کہ علامہ شامیؒ کا قول ہے کہ:

لا یثبت الفسخ الّا بشرط القضاء۔(۳۲)

شرط قضاء کے بغیر فسخ ثابت نہیں ہوتا۔

قضاء قاضی کے متعلق ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی لکھتے ہیں کہ:

اتفق الفقهاء علیٰ ان الفرقة بالعیب تحتاج الیٰ حکم القاضی وادعاء صاحب المصلحة ، لأن التفریق بالعیب أمر مجتهد فیه ومختلف فیه الفقهاء ، فیحتاج الیٰ قضاء القاضی لرفع الخلاف، ولأن الزوجین یختلفان فی ادعاء وجود العیب وعدم وجوده ، وفی أنه یجوز التفریق به أولا یجوز ، وقضاء الحاکم یقطع دابر الخلاف۔(۳۳)

فقہاء کا اتفاق ہے کہ عیب کی وجہ سے تفریق قاضی کے حکم کی محتاج ہے اور جس کی مصلحت ہے اس کے دعویٰ کی۔ اس لئے کہ عیب کی وجہ سے تفریق ایک اجتہادی چیز ہے اور فقہاء کا اس میں اختلاف ہے۔ تو یہ قاضی کے فیصلہ کی محتاج ہے تاکہ اختلاف ختم ہو سکے۔ نیز زوجین عیب کے پائے جانے یا نہ پائے جانے میں بھی اختلاف کر

سکتے ہیں، نیز آیا اس عیب کی وجہ سے تفریق جائز ہے یا نہ،اور قاضی کا حکم اختلاف کی جڑ کو کاٹ کر رکھ دیتا ہے۔

اس قسم کے معاملات میں جہاں قاضی شرعی موجود ہیں، وہاں تو مسئلہ ہی نہیں ،لیکن جہاں قاضی شرعی نہیں تو وہاں فیملی جج یا مجسٹریٹ وغیرہ جو گورنمنٹ کی طرف سے اس قسم کے معاملات میں فیصلہ کا اختیار رکھتے ہیں ،اگر وہ مسلمان ہوں اور شرعی قاعدہ کے موافق فیصلہ کریں تو ان کا حکم بھی قضائے قاضی کے قائم مقام ہوجاتا ہے۔لیکن اگر کسی جگہ فیصلہ کنندہ حاکم غیر مسلم ہو تو اس کا فیصلہ غیر معتبر ہے،اس کے حکم سے فسخ وغیرہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔لہٰذا جس جگہ مسلمان حاکم موجود نہ ہو یا مسلمان حاکم قواعد شرعیہ کے مطابق فیصلہ نہ کرتا ہو تو مجبوراً مذہب مالکیہ کے مطابق دیندار مسلمانوں کی جماعت یا پنچائیت میں معاملہ پیش کرنے کی گنجائش ہے۔مسلمانوں کی وہ جماعت یا پنچائیت بھی علماء کی جانب سے مقرر کردہ شرعی اصولوں کے موافق ہونا لازمی ہے،جس طرح کہ مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ نے بیان کئے ہیں:

اول: کم از کم تین آدمیوں کی جماعت ہو،ایک یا دو آدمی فیصلہ کریں تو وہ معتبر نہیں۔

دوئم: اس جماعت کے سب ارکان کا عادل ہونا شرط ہے۔اور عادل وہ شخص ہے جو تمام کبیرہ گناہوں سے بچتا ہو اور صغائر پر مصر نہ ہو،اور اگر کبھی کوئی گناہ سرزد ہوجاتا ہو تو فوراً توبہ کرلیتا ہو۔لہٰذا سودخور اور رشوت لینے والا ،داڑھی منڈانے والا ،جھوٹ بولنے والا اور بے نمازی اس جماعت کا رکن نہیں بن سکتا۔(اگر بدقسمتی سے کسی جگہ کے بااثر لوگ دیندار نہ ہوں تو یہ تدبیر کرلی جائے کہ وہ بااثر اشخاص چند دینداروں کو اختیار دے دیں تاکہ شرعاً فیصلہ کی نسبت دیندار جماعت کی طرف ہو اور ان بااثر اشخاص کو کوشش کا ثواب حاصل ہوجائے)۔

سوئم: فیصلہ میں علماء کی شرکت لازم اور شرط ہے،صرف عوام کی جماعت کا فیصلہ حکم قاضی کے قائم مقام نہیں ہوسکتا اس لئے اوّلاً تو یہ چاہیئے کہ جماعت کے سب ارکان اہل علم ہوں اور اگر یہ میسر نہ ہو تو کم از کم ایک معاملہ فہم عالم کو ضرور جماعت کا رکن بنائیں اور دوسرے تمام ارکان معاملہ کے تمام پہلوؤں کو ان عالم سے خوب سمجھ کر رائے قائم کریں۔اور اگر کسی جگہ یہ بھی ممکن نہ ہو تو پھر یہ لازم ہے کہ جماعت کے ارکان معاملہ کی روداد مکمل کرکے علماء محققین سے ہر ہر جزئی کا حکم دریافت کریں،ان کا جو فتوی ہو اس کے موافق فیصلہ کیا جائے۔اگر ایسا نہ کیا بلکہ عوام نے محض اپنی رائے سے فیصلہ کردیا تو وہ حکم نافذ نہ ہوگا اور فیصلہ بالکل بیکار وغیر معتبر رہے گا اگر چہ وہ فیصلہ شریعت کے موافق بھی ہو۔

چہارم: جماعت مسلمین کے سب ارکان متفقہ فیصلہ دیں اگر رائے مختلف رہے اور کثرت رائے کی بناء پر فیصلہ کرنا چاہیں تو وہ فیصلہ معتبر نہ ہوگا۔پس اگر ارکان میں اختلاف رہیں تو مقدمہ خارج کردیا جائے۔(۳۴)

لہذا جہاں قاضی شرعی موجود نہ ہوں، وہاں مسلمانوں کو لازم ہے کہ وہ فصل خصومات کے لئے علماء کو اختیارات فصل قضایا دیں۔اس سلسلے میں شیخ عبدالغنی نابلسی فرماتے ہیں:

اذا خلا الزمان من ذی سلطان کفایة فالأمور کله مؤکلة الی العلماء ، فیجب علی الأمة الرجوع الیهم۔(۳۵)

جب زمانہ میں (شرع کے مطابق) صاحب قدرت سلطان نہ رہے، تو پھر تمام امور علماء کی جانب متوجہ کئے جاتے ہیں، پھر امت پر لازم ہے کہ علماء کی طرف رجوع کریں۔

اسی طرح علامہ ابن عابدین شامیؒ، ردالمختار میں (۳۶) اور ابن نجیم مصری، البحر الرائق میں لکھتے ہیں کہ:

ویجب علیهم أن یتفقواعلی واحد منهم ، یجعلونه والیاً فیولی قاضیا، ویکون هوالذی یقضی بینهم۔(۳۷)

اور ان (مسلمانوں) پر واجب ہے کہ ان میں سے ایک (عالم) پر متفق ہو جائیں۔ان کو ولایت دیں ان کو قاضی مقرر کریں تا کہ وہ ان کے درمیان قضاء کریں۔

متعدی ومہلک امراض اور معاصر فقہاء کی آراء:

ایڈز اور اس جیسے دیگر خطرناک متعدی ومہلک امراض کی وجہ سے موجودہ وقت میں مسلم ممالک اور مسلم اقلیتی معاشروں میں فسخ نکاح کے بابت معاصر دور کے فقہاء اور مختلف دارالافتاء یا فقہی اکیڈمیوں نے جو موقف یا نقطہ نظر اپنایا ہے وہ حسب ذیل ہے:

جامعہ الازہر مصر کے فتویٰ کونسل سے جب یہ سوال پوچھا گیا کہ ''اگر کوئی شخص ایڈز جیسے مہلک ومتعدی مرض میں مبتلا ہو تو اس کی بیوی کے لئے فسخ نکاح کا کوئی راستہ ہے یا نہیں؟ ایڈز کے مرض میں مبتلا شخص کی بیوی کے لئے اس سلسلے میں کیا حکم ہے؟''۔تو اس کے جواب میں دارالافتاء المصریۃ کے فتویٰ کونسل نے اپنا نقطہ نظر یوں بیان کیا کہ:

اس مسئلے میں غور کرنے اور فیصلہ کرنے کی ذمہ داری عدالت کی ہے اس طرح طلاق کی درخواست اور اس بیماری سے پیدا شدہ نقصانات اور طلاق کے بعد مرتب ہونے والے حقوق کے بارے میں عدالت ہی فیصلہ کرے گی، اگر عورت کے لئے طلاق کا فیصلہ کیا گیا۔(۳۸)

اسی طرح کے دوسرے فتویٰ میں Social Issues کے تحت مذکورہ سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

Yes, by resorting to the Courts.(39)

یعنی کہ ہاں ایڈز زدہ شخص کی بیوی فسخ نکاح کا مطالبہ کرسکتی ہے،البتہ اس حق کے حصول کے لئے اسے عدالت سے رجوع کرنا پڑے گا۔عدالتی طریقہ کار کی تفصیل ہم نے ''فسخ نکاح کی شرائط'' کے بحث میں تفصیلاً بیان کئے ہیں۔

اسی طرح دارالافتاء برمنگھم یوکے، کے مفتی محمد توثیر میاں لکھتے ہیں کہ:

An annulment of marriage can be effected if the husband is effected with leprosy or any other illness which makes living with him difficult.......from the above situation we understand that if the husband has such a illness which makes it difficult to live with him(such as HIV/AIDS)then it will be permissible for the wife to get her marriage annulled by a sharee council.(40)

اگر شوہر کو کوڑھ یا کوئی ایسا مرض ہو جس سے اس کے ساتھ زندگی بسر کرنا محال ہو تو تنسیخ نکاح اثر انداز ہوسکتی ہے۔درج بالا صورتحال سے ہم سمجھتے ہیں کہ اگر شوہر کو کوئی ایسا مرض لاحق ہو جس سے اس کے ساتھ زندگی بسر کرنا مشکل ہو جائے جیسے ایچ آئی وی/ایڈز،تو پھر عورت کو شرعی کونسل کے ذریعے تنسیخ نکاح کی اجازت ہے۔

جامعۃ الرضا، بریلی شریف انڈیا کے مفتی اختر رضا قادری نے مذکورہ سلسلے میں اپنا موقف پیش کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

No,their is no Way for his Wife to Faskh Nikah. She May Take Divorse.(41)

نہیں اس کے لئے فسخ نکاح کا کوئی راستہ نہیں،وہ طلاق لے سکتی ہے۔

یعنی ایڈز زدہ شخص کی بیوی فسخ نکاح تو نہیں کرسکتی البتہ نباہ نہ ہونے یا دشواری کی صورت میں طلاق لے سکتی ہے۔

اسی سلسلے میں شیخ عبداللہ آفندی لکھتے ہیں کہ:

If there is any legal reason or dire necessity such as the spouse cannot live with harmony and there is no hope to live a happy life then it is permissible for a wife to ask al-Khula or divorse.Know that one should resort to divorce or al-Khula as a last solution after trying all the other means to bring the conjugal life to its normal channels.(42)

اگر کوئی معقول عذر یا سخت ضرورت ہو جیسے کہ عورت کی عصمت محفوظ نہ ہو یا وہ خوشحال زندگی نہ گزار سکتی ہو تو پھر عورت کو اجازت ہے کہ وہ خلع یا طلاق لے۔اب اگر ان کے درمیان کشیدہ زندگی کو واپس عام خوشحال زندگی گزارنے کی طرف لانے کا کوئی طریقہ باقی نہ رہے تو پھر خلع یا طلاق آخری حل کے طور پر لیا جا سکتا ہے۔

جامعہ نظامیہ حیدرآباد،انڈیا کے مفتی محمد عظیم الدین اس سلسلے میں فرماتے ہیں کہ:

بیوی یا شوہر بیمار ہوں تو ایک دوسرے کا فسخ نکاح نہیں ہوسکتا،البتہ شوہر طلاق دینا چاہے تو دے سکتا ہے اور بیوی شوہر سے خلع کی درخواست کرسکتی ہے،شوہر قبول کرلے تو طلاق بائن واقع ہوکر جدائی ہو جائے گی۔(۴۳)

جامعہ دارالعلوم کورنگی کراچی کے دارالافتاء نے مذکورہ مسئلے پر یوں فتویٰ دیا ہے کہ:

مذکورہ مرض میں مبتلا شخص کی بیوی کے لئے اگر صبر اور عفت کے ساتھ زندگی گزارنا ممکن ہو تو وہ شوہر کے ساتھ نباہ کی کوشش کرے،اور اگر اس طرح زندگی گزارنا ممکن نہ ہو تو شوہر سے طلاق یا خلع کے ذریعے علیحدگی اختیار کرسکتی ہے۔(۴۴)

اسی طرح جامعہ علوم الاسلامیہ علامہ بنوریؒ ٹاؤن کراچی کا موقف ہے کہ:

صورت مسئولہ میں ایڈز یا اس جیسی مہلک بیماری کی وجہ سے بیوی کو نکاح فسخ کرنے کا اختیار نہیں،البتہ اگر ساتھ رہنے میں دشواری ہو یا شرعی حدود کی پاسداری ممکن نہ ہو تو باہم رضامندی سے طلاق یا خلع کا راستہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔(۴۵)

اسی طرح جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کراچی کا موقف ہے کہ:

واضح رہے کہ ایڈز زدہ شخص کی بیوی کیلئے فسخ نکاح کی گنجائش نہیں،البتہ اگر بیوی کا اس کے ساتھ رہنا دشوار ہو،اور ساتھ رہنے میں اپنی عفت وعصمت چلی جانے کا اندیشہ ہو،تو اس صورت میں یہ کیا جائے کہ شوہر کو کسی بھی طریقے سے طلاق پر آمادہ کرلیا جائے،یا پھر خلع کیلئے راضی کیا جائے،چاہے مہر کے بدلے ہی کیوں نہ ہو(۴۶)

جبکہ المرکز الاسلامی،بنوں خیبر پختونخوا کا موقف ہے کہ:

بیماری ایڈز کی حقیقت اور نقصانات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جس عورت کا شوہر ایڈز کے مرض میں مبتلا ہو اور وہ خود اس مرض میں مبتلا نہ ہو تو اس عورت کو فسخ نکاح کا اختیار وحق حاصل ہے،اس میں امام محمدؒ کا قول ہی مختار وقابل عمل ہے۔(۴۷)

دلائل مذکورہ کا تجزیہ:

مذکورہ بالا بحث میں جن فقہاء،دارالافتاء یا فقہی اکیڈمیوں کا یہ موقف رہا ہے کہ ایڈز یا اس جیسے دیگر مہلک

ومتعدی امراض میں مبتلا شخص کی بیوی فسخ نکاح کا مطالبہ نہیں کرسکتی بلکہ کسی طرح سے طلاق یا خلع لے،اس سلسلے میں دو رائے سامنے آتی ہیں،جن میں سے ہر ایک رائے بمعہ جواب حسب ذیل ہے:

اول: یہ کہ مذکورہ فقہاء،دارالافتاء یا فقہی اکیڈمیاں دراصل امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے اس قول کے قائل ہیں کہ:

واذاکان بالزوج جنون او برص اوجذام فلا خیار لھاعند ابی حنیفہ وابی یوسف۔ (۴۸)

ترجمہ: امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے ہاں جب شوہر کو جنون ہو،یا برص یا جذام ہو تو زوجہ کو نکاح فسخ کرانے کا اختیار نہیں ہے۔

اسی طرح التجرید میں درج ہے کہ:

قال ابو حنیفہ وابویوسف لایفسخ النکاح بعیب احدالزوجین الا ان یکون الزوج مجبوباً او عنینا۔(۴۹)

ترجمہ: امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ نے کہا ہے کہ زوجین میں سے کوئی بھی کسی عیب کی وجہ سے نکاح فسخ نہیں کرسکتا ہاں اگر شوہر مقطوع الذکر یا نامرد ہو تو فسخ نکاح ہوسکتا ہے۔(یعنی شوہر کے مقطوع الذکر یا نامرد ہونے کے سوا کسی بھی صورت عورت فسخ نکاح کا مطالبہ نہیں کرسکتی ۔)

لیکن اس کے برعکس امام محمدؒ کے یہاں فسخ نکاح کے مسئلے میں کافی توسع پایا جاتا ہے ۔یعنی امام محمدؒ نہ صرف جنون ،جذام اور برص وغیرہ بلکہ ہر اس مرض و بیماری سے فسخ نکاح کا حق دیتا ہے جس کی وجہ سے عورت کا شوہر کے ساتھ رہنا دشوار ہو۔چنانچہ فخر الدین زیلعی لکھتے ہیں کہ:

وقال محمدؒ ترد المرأة اذا کان بالرجل عیب فاحش بحیث لاتطیق المقام معه لانھا تعزر علیھا الوصول الٰی حقھا لمعنٰی فیه فکان کالجب والعنة۔(۵۰)

امام محمدؒ کہتے ہیں کہ اگر مرد میں کوئی کھلا ہوا ایسا عیب ہو کہ اس کے باوجود اس کے ساتھ رہا نہ جاسکتا ہو تو عورت نکاح رد کرسکتی ہے۔اس لئے کہ اس بیماری کی وجہ سے اس کیلئے اپنا حق حاصل کرنا مشکل ہو جائے گا تو اس طرح اب یہ مجبوب اور نامردی کے حکم میں ہوگا۔

اسی طرح علامہ کاسانی،امام محمدؒ کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

خلوہ من کلّ عیبٍ لا یمکنھا المقام معه الاّ بضررٍ کالجنون والجذام والبرص شرط لزوم النّکاح حتّٰی یفسخ به النّکاح۔(۵۱)

امام محمدؒ کہتے ہیں کہ نکاح کے لازم ہونے کیلئے ایسے عیوب سے شوہر کا خالی ہونا ضروری ہے کہ جن عیوب کے رہتے ہوئے اس کے ساتھ ضرر اٹھائے بغیر نہ رہ سکتی ہو، جیسے جنون، برص، جذام (کوڑھ) کہ ان امراض کی وجہ سے فسخ کیا جا سکتا ہے۔

اس لئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اول تو خود امام محمدؒ کے یہاں صرف جذام، جنون اور برص کی بیماریوں کی تخصیص نہیں ہے، بلکہ وہ تمام بیماریاں موجب فسخ ہیں جن کی موجودگی میں مرض کے متعدی اور قابل نفرت ہونے کے باعث زوجین کا ایک ساتھ رہنا دشوار ہوجائے گا۔اور اگر امام محمدؒ کی رائے ایسی نہ بھی ہوتو بھی مصلحت شرعی کے نزدیک متاخرین کو اس مسئلہ میں توسیع سے کام لینا پڑا، اور اس میں تمام موذی، نفرت انگیز، متعدی اور ایسے تمام امراض شامل ہیں جن کا عموماً علاج نہیں ہوتا۔ متاخرین احناف کے نزدیک ایڈز ان امراض وعیوب میں سے ہیں جن کی وجہ سے عورت کو حق تفریق حاصل ہوتا ہے کیونکہ ایڈز اور ان جیسے دیگر امراض وعیوب برص و جذام سے نہ صرف زیادہ قابل نفرت اور متعدی ہیں بلکہ ایڈز کو اگر ''ام العیوب'' بھی کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اور چونکہ جنسی ربط اس مرض کی منتقلی کا ایک اہم سبب ہے اس لئے ایڈز کا مریض شوہر اس کی بیوی کے حق میں نا مرد ہی کے حکم میں ہے، کہ وہ مرض کی منتقلی کے خوف سے اس مرد کے ذریعے داعیہ نفس کی تکمیل نہیں کر سکتی، لہذا عورت کو ایسے مرد کے خلاف دعویٰ تفریق کا حق حاصل ہوگا۔ لہٰذا امام محمدؒ کا مسلک اس مسئلہ میں شریعت کی روح ومزاج سے قریب بھی ہے اور مصلحت عامہ کے مطابق بھی اس لئے بعد کے فقہائے احناف نے بھی امام محمدؒ ہی کی رائے پر فتویٰ دیا ہے۔ چنانچہ طحطاوی نقل کرتے ہیں کہ:

والحق القهستانی کلّ عیبٍ لا یمکن المقام معه الّا بضررٍ۔(۵۲)

قہستانی نے ان کے ساتھ ہر وہ عیب ملحق کر دیا ہے جن کے ساتھ رہنا بغیر کسی ضرر کے ممکن نہ ہو۔

دوئم: یہ کہ اگر ایڈز یا اس جیسے دیگر مہلک ومتعدی مرض میں مبتلا شخص اپنی بیوی کو کسی بھی صورت طلاق دینے پر رضامند نہ ہو اور نہ ہی خلع کے لئے تیار ہو تو ایسے شخص کی بیوی آخر کیا کرے گی؟ ایک طرف سے ساتھ رہنے میں دشواری ہو اور دوسری طرف عفت وعصمت چلے جانے کا اندیشہ ہو یعنی شرعی حدود کی پاسداری ممکن نہ ہو، تو ظاہر ہے کہ اس صورتحال میں واحد حل یہی ہے کہ عورت قاضی کے عدالت سے فسخ نکاح کے لئے رجوع کرے گی، اس کے علاوہ کوئی دوسرا ممکنہ راستہ نہیں۔ کیونکہ ہم جس معاشرے میں رہتے ہیں اس میں تو کوئی بھی مرد ایسے صورتحال میں اپنی بیوی کو طلاق یا خلع دینے کے لئے تیار نہیں۔ اس کے دو وجوہ ہیں، پہلا یہ کہ لوگوں کو اس شخص کے ایسے قابل نفرت مرض کا پتہ چل جائے گا جسے متاثرہ شخص اپنا تحقیر وتذلیل سمجھتا ہے اور اسے ظاہر نہیں کرنا چاہتا۔ دوسرا یہ کہ ایسے

معیوب شخص کے ساتھ کوئی دوسری عورت رشتہ ازدواج میں منسلک نہیں ہونا چاہتی لہٰذا ایسے صورتحال میں متاثرہ شخص اپنی بیوی کو طلاق یا خلع دینے کو تیار نہیں ہوگا۔اب ایسے شخص کی بیوی آخر کیا کرے گی؟ظاہر ہے کہ یہی ایک حل موجود ہے کہ وہ قاضی کے عدالت سے فسخ نکاح کے لئے رجوع کرے،قاضی متاثرہ شخص کو علاج کے لئے سال بھر کا مہلت دے، پھر بھی اگر تندرست نہ ہو تو قاضی فسخ نکاح کا حکم دے، یہی آخری حل ہے۔

حوالہ جات وحواشی

(۱) السرخسی الحنفی،امام ابی بکر محمد بن احمد بن ابی سہل(متوفی ۴۰۹ھ)،شرح السیر الکبیر، دارالکتب،بیروت، ج۴،ص۲۱۸

(۲) علامہ شیخ نظام وجماعۃ من العلماء الھند،فتاوی الھندیہ(فتاویٰ عالمگیری مرتبہ ۱۰۸۱ھ بمطابق ۱۶۷۱ء) مکتبہ رشیدیہ،کوئٹہ،ج۴،ص۵۲۶

(۳) قاسمی،مولانا مجاہدالاسلام(متوفی ۱۹۳۶ء-۲۰۰۲ء)،اسلام کے عائلی قوانین،ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی،۲۰۰۲ء،ص۱۹۵

(۴) ایضاً،ص۱۹۴

(۵) مالکی،احمد بن محمد دردیر،الشرح الصغیر،مکتبۃ العلمیہ، بیروت، ج۲،ص۴۶۸

(۶) الحصکفی،علاء الدین محمد بن علی،درمختار،مکتبہ حقانیہ،پشاور،ج۵،ص۱۷۰

(۷) علامہ شیخ نظام وجماعۃ من العلماء الھند،فتاویٰ عالمگیری،بحوالہ سابق،ج۱،ص۵۲۵

(۸) العینی، بدرالدین محمد بن احمد،البنایہ شرح الھدایہ،مکتبہ رشیدیہ،کوئٹہ،ج۵،ص۳۹۶

(۹) الولوالجی،أبی الفتح ظہیرالدین عبدالرشید بن أبی حنیفہ ابن عبدالرزاق(متوفی ۵۴۰ھ)،الفتاوی الولوالجیۃ، مکتبہ الحرمین شریفین،کوئٹہ،ج۱،ص۳۶۸

(۱۰) ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی،فقہ الاسلامی وادلتہ،مکتبہ رشیدیہ،کوئٹہ،ج۹،ص۷۰۵۲

(۱۱) السغدی،ابی الحسن علی بن الحسین بن محمد(متوفی ۴۶۱ھ)، النتف فی الفتاوی،مکتبہ عثمانیہ،کوئٹہ،ص۱۹۵

(۱۲) قاسمی،مولانا مجاہدالاسلام،اسلام کے عائلی قوانین،بحوالہ سابق،ص۱۹۳

(۱۳) علامہ شیخ نظام وجماعۃ من العلماء الھند،فتاویٰ عالمگیری،بحوالہ سابق،ج۱،ص۵۲۵

(۱۴) الاندرپتی الدھلوی، عالم بن علاء الانصاری(متوفی ۷۸۶ھ)، فتاوی تاتارخانیہ، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ج۴، ص۴۰

(۱۵) الجزیری، عبدالرحمٰن، الفقه علی المذاهب الاربعه، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، ج۴، ص۱۴۵

(۱۶) مفتی رشید احمد، احسن الفتاویٰ، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، ۱۴۲۵ھ، ج۵، ص۴۱۱

(۱۷) تھانوی، مولانا محمد اشرف علی (۱۸۶۳ء-۱۹۴۳ء)، حیلة ناجزة، دارالاشاعت، کراچی، ص۴۷-۴۹

(۱۸) السغدی، ابی الحسن علی بن الحسین بن محمد، النتف فی الفتاوی، بحوالہ سابق، ص۱۹۵

(۱۹) ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی، فقه الاسلامی وادلته، بحوالہ سابق، ج۹، ص۷۰۵۵

(۲۰) رحمانی، مولانا خالد سیف اللہ (۱۹۵۶ء-حیات)، طلاق و فسخ نکاح کی شرعی حیثیت، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی، ۲۰۰۲ء، ص۶۰

(۲۱) مفتی رشید احمد، احسن الفتاویٰ، بحوالہ سابق، ج۵، ص۴۰۹

(۲۲) الصاغرجی، شیخ اسعد محمد سعید، الفقه الحنفی، دارالکلم الطیب، دمشق بیروت، ۱۴۲۴ھ، ج۲، ص۱۹۳

(۲۳) بریلوی، احمد رضا خان (۱۸۵۶ء-۱۹۲۱ء)، فتاوی رضویه، رضا فاؤنڈیشن، لاہور، ۱۹۹۸ء، ج۱۳، ص۳۴۸

(۲۴) علامہ شیخ نظام و جماعۃ من العلماء الھند، فتاویٰ عالمگیری، بحوالہ سابق، ج۱، ص۵۲۲

(۲۵) عبدالرزاق، مصنف، مکتبۃ الکبریٰ، مصر، رقم ۱۰۷۲۰

(۲۶) الکاسانی، علامہ ابوبکر علاؤالدین بن مسعود(متوفی ۵۸۷ھ)، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، مکتبہ دارالحدیث، قاہرہ، ۱۴۲۶ھ، ج۳، ص۵۷۱

(۲۷) ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی، فقه الاسلامی وادلته، بحوالہ سابق، ج۹، ص۷۰۵۲

(۲۸) سمرقندی، شیخ سعید بن علی، فتاوی فی الحیل والمخارج المسمیٰ بجنة الاحکام وجنة الحصام، مکتبہ حقانیہ، کوئٹہ، ۱۴۳۱ھ، ص۱۹۶

(۲۹) علامہ شیخ نظام و جماعۃ من العلماء الھند، فتاویٰ عالمگیری، بحوالہ سابق، ج۴، ص۵۲۳

(۳۰) قاضی خان الاوزجندی الفرغانی، امام فخر الدین أبی المحاسن بن منصور(متوفی ۵۹۲ھ)، فتاوی قاضی خان فی مذهب الامام اعظم أبی حنیفه النعمان، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ج۱، ص۳۵۶

(۳۱) الولوالجی، أبی الفتح ظھیرالدین عبدالرشید بن أبی حنیفه ابن عبدالرزاق، الفتاوی الولوالجیة، بحوالہ سابق، ج۱، ص۳۶۸

(۳۲) شامی ابن عابدین، سید محمد امین آفندی، (۱۱۹۸ھ-۱۲۵۲ھ) ردالمحتار علی الدرالمختار، مکتبہ حقانیہ، پشاور، ج۴، ص۱۷۱

(۳۳) ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی ،فقہ الاسلامی وادلتہ ،بحوالہ سابق ،ج۹،ص۷۰۵۲

(۳۴) تھانوی ،مولانا محمد اشرف علی (۱۸۶۳ء-۱۹۴۳ء) ،حیلة ناجزة ،دارالاشاعت ،کراچی ،۱۹۸۷ء ،ص۱۴۹

(۳۵) نابلسی ،شیخ عبدالغنی ،حدیقة ندیة شرح طریقة محمدیة ،مکتبہ ماجدیہ ،کوئٹہ ،نوع ثالث ،فصل ثانی ،ص۲۴

(۳۶) شامی ابن عابدین ،سید محمد امین آفندی ،ردالمحتار علی الدر المختار ،بحوالہ سابق ،ج۸،ص۵۲

(۳۷) ابن نجیم مصری الحنفی ، زین الدین بن ابراھیم بن محمد (متوفی ۹۷۰ھ) ،البحر الرائق شرح کنز الدقائق ،مکتبہ رشیدیہ ،کوئٹہ ،ج۶،ص۴۶۱

(38): www.dar_alifta.org/fatwaanswer.aspx?ID=684857,27.07.2013

(39): www.dar_alifta.org/fatwaanswer.aspx?ID=209221, 27.07.2013

(۴۰) مفتی محمد توثیر میاں ،دارالافتاء برمنگھم ،فقہ کونسل ،۱۱۵ سٹیشن روڈ ،برمنگھم ،یوکے ،۱۷ نومبر ۲۰۱۳ء

(41): Jamiaturraza_Media_Audio_Weekly Q&A,Ans#25.12/8/2013

(42): Abdullah Efendi<gift2shias@gmail.com>, 8.11.2013

(۴۳) مفتی محمد عظیم الدین ،دار الافتاء جامعہ نظامیہ ،شبلی گنج ،حیدرآباد ،اے پی انڈیا ،۱۰ نومبر ۲۰۱۳ء

(۴۴) جامعہ دارالعلوم ،کراچی ،فتوی نمبر ۸۹/۱۵۵۸ ،۱۱ ستمبر ۲۰۱۳ء

(۴۵) جامعہ علوم الاسلامیہ ،علامہ بنوری ٹاؤن ،کراچی ،فتوی نمبر ۳۷۶ ،۴ نومبر ۲۰۱۳ء

(۴۶) جامعہ فاروقیہ شاہ ،فیصل کالونی ،کراچی ،فتوی نمبر ۱۱۷/۴۰۹ ،۲۲ ستمبر ۲۰۱۳ء

(۴۷) المرکز الاسلامی ،بنوں ،خیبر پختونخوا ،فتوی بتاریخ ۱۱ ستمبر ۲۰۱۳ء

(۴۸) الفرغانی المرغینانی ،برہان الدین ابی الحسن علی ابن ابی بکر (۵۱۱ھ -۵۹۳ھ) ،الھدایة ،مکتبہ رشیدیہ ،کوئٹہ ، ج۲،ص۴۰۱

(۴۹) القدوری ، ابی الحسین احمد بن محمد بن جعفر البغدادی (۳۶۲ھ -۴۲۸ھ) ،الموسوعة الفقھیة المقارنة (التجرید) ،مکتبہ محمودیہ ،قندھار افغانستان ،ج۹،ص۴۵۷۸

(۵۰) الزیلعی ،فخر الدین عثمان بن علی (متوفی ۷۴۳ھ) ، تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق ، ایچ ایم سعید کمپنی ، کراچی ،۲۰۰۱ء ، ج۳،ص۲۴۶

(۵۱) الکاسانی ،علامہ ابوبکر علاؤالدین بن مسعود ،بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ،بحوالہ سابق ،ج۲،ص۶۳۹

(۵۲) الحنفی ،علامہ سید احمد طحطاوی ،طحطاوی علی الدر المختار ،مکتبہ عربیہ کاسی روڈ ،کوئٹہ ، ج۲ص۲۱۳

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆